پروفیسر علی محسن صدیقی

اسلامی تاریخ نویسی کا ارتقا

(پہلی صدی ہجری سے تیسری صدی ہجری تک)

مشہور مسلمان تاریخ نویس السخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے تاریخ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ لسانی اعتبار سے تاریخ کے معنی ہیں "وقت کے متعلق اطلاع"[1] قدیم عربی لغت نویس الجوہری متوفی ۳۹۸ھ کا بیان ہے کہ تاریخ "وقت کے تعین" کا نام ہے[2] یہ لفظ خالص عربی ہے اور یہ روایت کہ اس کا تعلق فارسی زبان کے "ماہ روز" سے ہے، جس کا معرب "مورخ" ہے، درست نہیں ہے[3]۔

اصطلاحی اعتبار سے تاریخ کی تعریف عظیم مورخ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے یہ کی ہے کہ تاریخ گزشتہ اقوام کے حالات، ان کے اخلاق و رسوم اور انداز سیاست کے بیان کا نام ہے کہ دنیا میں کن کن قوموں نے کن کن حالات میں بساطِ فرماں روائی بچھائی، انبیا و فلاسفہ نے لوگوں کو کیا ہدایات دیں اور بعد میں آنے والوں کی عبرت پذیری کے لیے انھوں نے کیا کیا نمونے چھوڑے۔ ابن خلدون آگے چل کر لکھتا ہے کہ مورخ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ محض نقال نہ ہو، بلکہ تاریخ سے متعلق تمام علوم سے واقف ہو، اسے اس بات کا بخوبی علم ہونا چاہیے کہ حکمرانی و سیاست کے کیا اصول ہیں، مختلف اقوام کی مزاجی کیفیت کس نوعیت کی ہے، زمان و مکان کے اختلافات سے لوگوں کے حالات اور رسم و رواج پر کیسا اثرات پڑتے ہیں۔ مختلف فرقوں اور مذہبوں میں کس حد تک اختلاف اور کہاں تک اتحادِ خیال ہے۔ مورخ کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ حال کیا ہے؛ اور حال و ماضی میں کتنی قدر مشترک ہے اور کن امور میں

---

[1] السخاوی، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التاریخ، مطبوعہ دمشق ۱۳۴۹ھ صفحہ ۲۔

[2] الجوہری، صحاح اللغتہ، مطبوعہ بولاق، مصر ۱۲۸۲ھ ج ا ص ۲۰۰

[3] الکافیجی، المختصر فی علم التاریخ بحوالہ فرانز روزن تھال۔ اے ہسٹری آف مسلم ہسٹوریوگرافی، مطبوعہ بریل ۱۹۵۲ء ص ۳، ۴

وہ باہم دگر مختلف ہیں، تاکہ موجود سے معدوم یا حال سے ماضی کی تشریح و تفسیر کی جاسکے[۴]

ایک دوسرا مورخ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کہتا ہے کہ تاریخ کوئی جامد و ساکت شے نہیں ہے، بلکہ قومیں سیاسی تبدیلیوں سے بدلتی رہتی ہیں، اس لیے مورخ کا یہ منصب ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے کہ کسی حکومت کی تبدیلی سے قوموں میں کیا کیا تغیرات اور تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں[۵]

مسلمانوں نے جن علوم و فنون کو فروغ دیا، انھیں عموماً دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک قسم ان علوم کی ہے جو خالصتاً مسلمانوں کے اپنے ایجاد کردہ اور ساختہ پرداختہ ہیں دوسری قسم کے وہ علوم فنون ہیں، جنھیں مسلمانوں نے دوسری اقوام سے حاصل کیا، مرتب، مدون و مہذب کیا اور ترقی دی۔ پہلی قسم کے علوم میں فن تاریخ کو خاص امتیاز حاصل ہے[۶]

اسلامی تاریخ نویسی کا آغاز پہلی صدی ہجری سے ہوا۔ بعثت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سرزمین عرب میں عظیم سیاسی، معاشرتی، مذہبی اور اخلاقی تبدیلیاں رونما ہوئیں آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے واقعات، ہجرت، تاسیس حکومت الٰہی، غزوات، سرایا، قبائل عرب کے وفود فتح مکہ اور اس قسم کے دوسرے تاریخ ساز واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا دور آیا۔ عہد صدیقی میں سرزمین عرب میں فتنۂ ارتداد پھیلا۔ مانعین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت نے پورے ملک میں انتشار پھیلایا۔ اس فتنہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا قابو پانا۔ اس کے بعد اسلامی افواج کا سرزمین عرب سے غازیانہ شام و عراق کی جانب پیش قدمی کرنا۔ عہد فاروقی میں ان فتوحات کے دائرے میں وسعت اور نئے ممالک کی تسخیر۔ عہد عثمانی میں اسلامی بحریہ کا قیام اور مملکت اسلامیہ میں مزید توسیع اور عہد علوی میں داخلی شورشوں کا آغاز،

---

[۴] ابن خلدون، المقدمہ، مطبوعہ مکتبۂ تجاریہ کبریٰ، مصر صفحہ ۱۰۹ [۵]۔ المسعودی، مروج الذہب و معادن الجوہر، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ المصریہ، قاہرہ ۱۳۴۶ھ ج ۱، ص ۳

[۶] جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی، مطبوعہ دار الہلال مصر ۱۹۵۸ء ج ۳، ص ۴۴۔

جرجی زیدان نے علوم اسلامیہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول علوم دینیہ، دوم علوم لسانیہ اور سوم علوم تاریخ و جغرافیہ۔

جنگ جمل، جنگ صفین اور خوارج کی بغاوتوں کے سلسلے، یہ اور ان جیسے دوسرے حوادث پیش آئے، جنھوں نے تاریخ نویسی کے لیے تمام مواد مہیا کیا۔ اسی طرح خلافت بنوامیہ اپنے ساتھ نت نئے تغیرات لے کر آئی۔ سیاسی کوائف بدلے، معاشرتی عوائد بدلے اور دنیائے اسلام میں گروہ بندی کا دور شروع ہوا۔ اسی عہد میں شہادت حسینؓ، خلافت عبداللہ بن زبیرؓ، خروج مختار ثقفی اور خوارج کے نہ ختم ہونے والے بغاوت کے سلسلے، اسلامی سیاسیات میں ظہور پذیر ہوئے۔ ان تمام واقعات و حوادث نے تاریخ نویسی کے میدان میں مزید وسعت پیدا کی، چنانچہ اس صدی کے اختتام سے پہلے باقاعدہ تاریخ نگاری کا آغاز ہوا۔ مشہور جرمن مورخ ووسٹن فلڈ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "عرب مورخین" میں اس عہد کے ستائیس ناموں کی نشان دہی کی ہے جنھوں نے اسلامی تاریخ پر کتابیں لکھیں۔ ان ناموں میں اضافے کی گنجائش موجود ہے اور خیال ہے کہ کم و بیش ایسے ۳۵ افراد پہلی صدی ہجری میں موجود تھے، جنھوں نے اسلامی تاریخ کو اپنا موضوع بحث بنایا[ا]۔ ان حضرات میں سے عقیل بن ابی طالب متوفی ۵۰ ھ زیاد بن ابی سفیان متوفی ۵۳ ھ اور مخرمہ بن نوفل کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا ہے عقیل انساب عرب کے ماہر تھے اور باقاعدہ مسجد نبوی میں اس موضوع پر لیکچر دیتے تھے۔ زیاد نے "مثالب عرب" پر کتاب تحریر کی اور اپنے لڑکوں کو بطور استشہاد دی عبید بن شریہ جن کا تعلق یمن سے تھا، حضرت معاویہؓ کے متوسلین میں تھے اور انھوں نے ملوک یمن کے حالات پر کتاب تحریر کی[ب]۔ عروہ بن زبیرؓ متوفی ۹۴ ھ نے کتاب المغازی، وھب بن منبہ متوفی ۱۱۴ ھ نے اسرائیلیات اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابیں لکھیں جن میں سے ان کی کتاب "سیرت"، جرمنی کے کتب خانہ ہیڈل برگ میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔ اس طرح محمد بن مسلم بن شہاب زہری متوفی ۱۲۴ ھ نے فتوحات خالدؓ بن ولید اور

[ا] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مقالہ "محمد بن اسحاق"، مطبوعہ جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی شمارہ اپریل ۱۹۶۷ء ص ۹۱۔

[ب] ابن الندیم، الفہرست، مطبوعہ لیپزک ۱۸۷۱ء صفحہ ۹۵۔

مغازی پر دو کتابیں لکھیں۔ ابان بن عثمان متوفی ۱۰۵ھ اور عامر بن شراحیل شعبی متوفی ۱۱۰ھ نے بھی تاریخ پر کتابیں تحریر کیں۔[۹]

دوسری صدی ہجری میں سیرت نگاری نے ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی تھی، مدینہ میں ایک "مدرسہ سیرت نگاری" قائم ہو چکا تھا، اور باقاعدہ تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو گیا تھا۔[۱۰] موسیٰ بن عقبہ متوفی ۱۴۱ھ نے سیرت پر ایک ضخیم کتاب لکھی جس کے چند اجزا آج بھی مخطوطہ کی شکل میں موجود ہیں۔[۱۱] ان کے بعد محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" مرتب کی۔ آج اصل کتاب ناپید ہے لیکن اس کا فارسی ترجمہ آکسفورڈ، لندن، پیرس اور برلن کے کتب خانوں میں موجود ہے مگر یہ مکمل ترجمہ نہیں خلاصہ ہے۔ بہر کیف یہ کتاب عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ کی کتاب السیرۃ النبویہ میں کم و بیش منتقل ہے۔[۱۲] ابن اسحاق کی کتاب کو عموماً مستند اور ثقہ ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر عرب قبل اسلام اور بعثت نبوی کے بعد کے بعض واقعات کے ضمن میں جو اشعار مروی ہیں ان میں سے بیشتر پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔[۱۳] اسی صدی میں محمد بن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ نے کتاب الانساب میں عربوں کے نسبی حالات جمع کیے۔ عوانہ بن حکم متوفی ۱۴۷ھ نے اخبار بنی امیہ تالیف کی۔ ابو مخنف متوفی ۱۵۷ھ نے اخبار ردۃ اور جنگ جمل و صفین کے واقعات قلم بند کیے۔ سیف نے عراق و شام کی فتوحات کے حالات مرتب کیے، اور ہشام ابن محمد کلبی متوفی ۲۰۴ھ نے ملوک حمیر کے تذکرے میں ایک الگ کتاب لکھی۔[۱۴] مغازی اور تاریخ تفسیر و علم سیرت کے مشہور عالم محمد بن عمر الواقدی متوفی ۲۰۷ھ کی تصانیف بھی دوسری صدی ہجری ہی کی علمی یادگاریں ہیں۔ گو ثقاہت میں ان کا پایہ بلند نہیں مگر تکمیل اور حسن ترتیب میں اس صدی کی کتابوں پر انھیں فوقیت حاصل ہے۔ اسی زمانہ میں عربی زبان کے نامور انشا پرداز ابن المقفع متوفی ۱۳۹ھ نے فارسی کی ایک کتاب خدائی نامہ کا عربی میں سیر ملوک العجم کے

۹۔ جرجی زیدان۔ تاریخ التمدن الاسلامی، ۲/۹۹ (حاشیہ، ڈاکٹر حسین مونس برصفحہ ۹۹)۔

۱۰۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا ج ۱۲/ص ۱۹۵۔ ۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ایضاً و نیز ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مطبعہ مصطفیٰ بابی حلبی، مصر ۱۳۵۵ھ ج ۱ ص م ج (مقدمہ)۔

مراکش میں محمد بن اسحاق کی کتاب سیرت کے بعض اجزا مل گئے ہیں۔ ممکن ہے آگے چل کر دوسرے حصے بھی مل جائیں۔

نام سے ترجمہ کیا اور یوں ہماری تاریخ کو ایک نیا آخذ ملا جس کی مدد سے ایران کے بادشاہوں کے حالات بعد کی کتابوں میں بیان کیے گئے[۱۴]۔ اسی صدی میں امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ نے تاریخ مالیات پر اپنی مشہور کتاب الخراج لکھی، جو نہ صرف یہ کہ اپنے فن پر پہلی تالیف ہے بلکہ سب سے عمدہ کتاب بھی ہے۔ یحییٰ بن آدم متوفی ۲۰۴ھ کی کتاب الخراج کو بھی اس صدی کی تالیف سمجھنا چاہیے۔

تیسری صدی ہجری اسلامی علوم وفنون کے ارتقا کا تابناک دور ہے۔ اس عہد میں مامون جیسے علم نواز حکمران نے دارالترجمہ اور بیت الحکمتہ کے ذریعہ یونانی کے علوم کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیے اور یوں تصنیف وتالیف کے لیے نئے نئے مواد بہم پہنچے۔ چنانچہ دیگر علوم کی طرح تاریخ نویسی نے بھی ترقی کی۔ اسلوب اور موضوع دونوں حیثیتوں سے تاریخ میں تنوع پیدا ہوا اور تاریخ نویسی کے تین اسلوب وجود میں آئے۔

۱۔ پہلا طرز نگارش یہ تھا کہ ایک ہی واقعہ سے متعلق ایک سے زیادہ روایتیں جزوی اختلافات کے ساتھ مختلف سلسلۂ اسناد سے الگ الگ بیان کی جاتی تھیں۔ راوی ان مختلف روایات میں سے صرف اس روایت پر اعتماد کرتا تھا جس کے اسناد کے راوی معتبر اور ثقہ ہوتے تھے، مگر وہ متن روایت پر کسی قسم کی تنقید نہیں کرتا تھا۔

۲۔ تاریخ نویسی کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ مختلف روایات کو باہم ملا کر ایک مسلسل بیانیہ کی تشکیل کی جاتی تھی اور تمام سلسلۂ روایات کو ابتدائے واقعہ میں یکجا قلم بند کر دیا جاتا تھا۔ اس صورت میں بھی اگر مختلف روایات میں شدید اختلافات ہوتے تو انھیں الگ الگ بھی بیان کیا جاتا تھا

۳۔ تیسرا طریقہ یہ تھا کہ واقعات کو مسلسل روایات کی صورت میں بیان کیا جاتا تھا، اور کہیں کہیں کسی خاص نقطہ کی وضاحت کے لیے اسناد کا ذکر کر دیا جاتا تھا، مگر یہاں بھی یہ اصول مدنظر رکھا جاتا تھا کہ جو واقعہ ایک بار سپرد قلم ہو چکا ہوتا اسے دوسرے الفاظ میں دوبارہ بیان نہ کیا جائے۔

---

[۱۳] فلپ کے حتی، ہسٹری آف دی عربس، مطبوعہ میکملن اینڈ کمپنی، نیویارک ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۸۵

[۱۴] ابن المقفع کی کتاب "سیر ملوک العجم" ناپید ہے۔ ابن قتیبہ نے "عیون الاخبار" میں اس کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

ان تینوں اسالیب نگارش کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ مورخ اپنے ماخذ کے الفاظ سے، جو عموماً واقعہ کے شاہد اول کی جانب منسوب ہوتے تھے، حتی الامکان قریب تر رہتا تھا۔ بعد کے راوی بھی اس اصل روایت کو باقی رکھتے تھے۔

اسی طرح موضوع کے اعتبار سے بھی اس صدی میں متعدد تغیرات ہوئے۔ سیرت نگاری کے علاوہ طبقات کی کتابوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ طبقہ کہتے ہیں تہہ اور شاخ کو۔ تاریخ کی اصطلاح میں اس سے مراد ایک درجے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے حالات زندگی کو نسلوں کے واقعاتی تسلسل کے ساتھ قلم بند کر دینا ہے۔ مسلمان مورخین نے ایک طبقہ کی مدت کہیں بیس سال، کہیں چالیس سال (ایک) اور کہیں دس سال متعین کی ہے[۱۵]۔ طبقات کی کتابوں میں ابن سعد کی کتاب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ گو ان کے استاد محمد بن عمر ابن الواقدی نے ابن سعد سے پہلے طبقات کی سب سے پہلی کتاب تحریر کی تھی، مگر آج اس کا کوئی علاحدہ وجود نہیں۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی متوفی ۲۳۰ھ کی کتاب الطبقات الکبریٰ میں واقدی کی کتاب نقل کر دی گئی ہے۔ ابن سعد کے طبقات کو حسن ترتیب اور ثقاہت کے لحاظ سے نہایت مستند مآخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں انھوں نے دو جلدوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور بقیہ پانچ جلدوں میں صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے حالات بیان کیے ہیں۔ آٹھویں جلد عورتوں کے حالات کے لیے مخصوص ہے۔ یہ کتاب اس نقطۂ نگاہ سے بھی اہم ہے کہ اس میں سب سے پہلی دفعہ ایک خاص ترتیب سے تاریخ مرتب کی گئی اور مختلف شہروں کے لوگوں کے حالات الگ الگ بیان کیے گئے۔ یوں مقامی تاریخ نویسی کا نقطۂ آغاز ابن سعد کی یہ کتاب ہے۔ اسی زمانہ میں علی بن محمد مدائنی متوفی ۲۲۵ھ نے ان صحابۂ کرام کے حالات میں جو مختلف مقامات میں جا بسے، ایک کتاب لکھی جس کا نام "معرفۃ من نزل من الصحابۃ سائر البلدان" تھا۔

---

[۱۵] ابن منظور افریقی، لسان العرب، مطبوعہ بولاق مصر ۱۳۰۷ھ ج ۱۲، ص ۹۷، و ابن الجوزی، التلقیح مطبوعہ دہلی ۱۹۲۷ء، صفحہ ۱، ۲ و ۲، ۲۷

مقامی تاریخ کے ساتھ ساتھ عالمی تاریخ نویسی کی بھی اسی صدی سے ابتدا ہوئی۔ مسلمانوں نے اس طرزِ عمل کو اپنا کر دنیا کو پہلی دفعہ یہ تاثر دیا کہ انسانیت ایک عظیم رشتۂ اخوت میں منسلک ہے، اور دنیا کے تمام انسانوں کی تاریخ دراصل ایک ہی سلسلے کی کڑی ہے۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ کا آغاز زمان و مکان کی بحث سے کیا۔ تخلیقِ کائنات، آفرینشِ آدم، بعثتِ انبیاء و رسل اور دنیا کے مختلف حصوں کے لوگوں کے حالات تحریر کیے۔ ان تمام مباحث کو بیان کرنے کے بعد آنحضرتؐ کی مکی زندگی اور ہجرتِ نبوی (صلعم) کے واقعات و حوادث کو ترتیب سے سپردِ قلم کیا۔ ہجرت کے بعد کے کوائف و واقعات کو سنِ ہجری کی ترتیب سے لکھا۔ ابوحنیفہ دینوری متوفی ۲۸۲ھ، ابنِ واضح یعقوبی متوفی ۲۸۴ھ اور دنیا کے عظیم مورخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اسی طرز پر اپنی اپنی تاریخیں مرتب کیں، مگر ان تینوں مورخین کے یہاں بھی اس اسلوب کی یکسانی کے باوجود واضح فرق موجود ہے۔ مثلاً دینوری نے اپنی کتاب "الاخبار الطوال" میں ایرانی نقطۂ نگاہ کی ترجمانی کی، اور ایرانی حکمرانوں کی تخت نشینی کے تسلسل پر واقعات کی بنیاد رکھی حتیٰ کہ آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کا ذکر بھی، کسریٰ نوشیرواں کے حالاتِ حکومت کے ضمن میں کیا۔ اسی طرح اس نے خلفائے راشدین کے تذکرے بھی نہ کیے اور تاریخ اسلام کے صرف انہی واقعات کو بالتفصیل بیان کیا جو ایرانی نقطۂ نگاہ سے اہم ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ابن واضح نے بھی اپنی کتاب تاریخ یعقوبی میں تاریخ اسلام سے متعلق ان تمام روایات کو یکجا کر دیا جو اہلِ تشیع کے نقطۂ نگاہ سے اہم تھیں۔ اور یوں اس کی کتاب ایک مخصوص طبقہ کی مرویات کا مستند ترین مجموعہ ہے[۱۶]۔ اس عہد کا تیسرا مورخ ابن جریر طبری مسلمان مورخین میں ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔ اس کی کتاب تاریخ الرسل والملوک تاریخ اسلام کے تمام واقعات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اس کتاب کی حیثیت تاریخ ساز تصنیف کی ہے، بعد کے مورخین نے اسی کو بنیادی ماخذ کی حیثیت سے اپنے تاریخی کارناموں کی اساس بنایا[۱۷]۔

---

[۱۶] ہسٹری آف دی عربس، ص ۳۸۹۔

[۱۷] اگرچہ محمد بن جریر طبری نے ۳۱۰ھ میں وفات پائی اور اس کی کتاب میں ۳۰۲ھ تک کے واقعات مذکور ہیں، مگر میں نے اس کو تیسری صدی ہجری کا مورخ اس لیے شمار کیا ہے کہ اس کے (بقیہ صفحہ ۲۹)

تنوع کے لحاظ سے اس صدی میں ایک قابل ذکر کام یہ بھی ہوا کہ انساب کی کتابیں وسیع پیمانے پر مرتب کی گئیں۔ مصعب الزبیری متوفی ۲۳۵ھ نے کتاب نسب قریش لکھی، مگر احمد بن بلاذری متوفی ۲۷۹ھ نے انساب الاشراف لکھ کر انساب نویسی میں نئے اقدار شامل کیے۔ اس نے مختلف قبائل عرب کے نسبی تعلقات کے بیان ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ خلفا، حکام اور سیاسی قائدین کے حالات زندگی بھی تحریر کیے۔ اس نے انساب کی اس کتاب میں تاریخ، ترجمہ (سوانح نگاری) ادب اور انساب کو ملا کر ایک نئے طرز کی بنیاد رکھی۔

اسی بلاذری نے اپنی مشہور کتاب فتوح البلدان لکھ کر فتوحات اور مغازی کی کتابوں کو تحقیق، تنقید اور جامعیت سے روشناس کرایا۔ اگرچہ پہلی صدی ہجری میں عروہ بن زبیر اور محمد بن مسلم شہاب زہری نے فتوحات اسلام پر کتابیں لکھی تھیں، دوسری صدی ہجری میں سیف اور واقدی نے اس موضوع کو اپنے لیے مخصوص کر لیا تھا اور اس صدی کے اختتام کے قریب واقدی نے فتوح الشام لکھی تھی اور تیسری صدی کے وسط میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم متوفی ۲۵۷ھ نے فتوح مصر تحریر کی تھی، لیکن اس دور کے اختتام سے پہلے بلاذری نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب فتوح البلدان لکھ کر اپنے متقدمین کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ اس نے مختلف بلادِ اسلامیہ کی تسخیر، تعمیر اور عہد بعہد کی ترقیوں کا حال بیان کیا، مختلف روایات پر تنقید اور صحیح روایات کا تعین کیا۔ اس نے اس ضمن میں لوگوں کے طرز بود و ماند اور مختلف عمارات و قصور کی تعمیرات کی تفصیلات بھی دیں۔

اس صدی میں عربی نثر نگاری کے عناصر ثلاثہ جاحظ متوفی ۲۵۵ھ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ اور مبرد متوفی ۲۸۵ھ نے ادبی کتابوں میں تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات تحریر کیے اور اس کے علاوہ اس عہد کی معاشرتی و ادبی زندگی کی بھی عکاسی کی۔ جاحظ کی کتاب البیان والتبیین،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) بیشتر علمی کارنامے اس صدی سے تعلق رکھتے ہیں، خود اس کی تاریخ ۲۹۰ھ میں اہل علم کے سامنے املا کے لیے پیش کر دی گئی تھی اور اس نے اپنی زندگی کے ۷۶ سال ۲۲۴ھ یا ۳۰۰ھ اس صدی میں گزارے (دیکھیے یاقوت حموی معجم الادبا، مطبوعہ مطبعہ ہندیہ، مصر ۱۹۲۳ء ج ۶ ص ۲۲۴ و الفہرست

ابن قتیبہ کی الشعر والشعراء اور عیون الاخبار اور مبرد کی الکامل فی الادب تاریخی اعتبار سے بھی نہایت اہم ہیں۔

اس عہد میں تنوع کے لحاظ سے ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہوئی کہ نباتات، حیوانات اور ستاروں کے حالات پر کتابیں تحریر کی گئیں۔ ابن قتیبہ نے ستاروں، موسموں اور ہواؤں کے حالات میں کتاب الانوار لکھی۔ اور جاحظ نے حیوانات کے حالات میں کتاب الحیوان اور نباتات کے بیان میں دینوری نے کتاب النباتات تحریر کی۔

اسی طرح مورخ یعقوبی نے جغرافیہ سیاسی کی پہلی کتاب البلدان لکھی اور ان تمام تاریخی مقامات کے جغرافیائی کوائف بیان کیے جو فتوحات کی کتابوں میں عموماً مذکور ہوتے تھے۔

تاریخِ مالیات میں ابو عبید متوفی ۲۲۴ ہجری کی کتاب الاموال بھی اسی سے تعلق رکھتی ہے۔

تیسری صدی ہجری کے اختتام کے بعد سے آج تک ہماری تاریخ نے تنوع اور تجدد کی کتنی منازل طے کی ہیں، ان کے بیان کے لیے سفینہ چاہیے اور اسے ہم کسی آئندہ بحث کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

انتخابِ حدیث

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ کتاب ان منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو زندگی کی اعلیٰ قدروں سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے فقہ کی تشکیلِ جدید میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہر حدیث کی الگ سرخی قائم کی گئی ہے۔ اور اس کا سلیس ترجمہ بھی درج ہے۔ یہ مجموعہ حدیث کی چودہ کتابوں کا خلاصہ اور بے مثل انتخاب ہے۔ قیمت: پانچ روپے

ملنے کا پتہ۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کلب روڈ لاہور